© rasailojaraid.com

انسان بااختیار ہے یا مجبور؟

مصطفےٰ محمود° / ترجمہ: اِرشاد الرحمٰن

انسانی حُریت اور آزادی وہ حقیقت ہے جو بعض اوقات انسان کی گمراہی کا باعث بھی بن جاتی ہے۔ حُریت فکر اور آزادی کی آڑ میں ہی ملحدین مختلف اعتراضات مدلل انداز میں اُٹھاتے ہیں تاکہ دین کے خلاف دلیل اور حجت قائم کرسکیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ:

جب اللہ نے میرے افعال کو میرا اُوپر مقدر طے کر دیا ہے تو پھر وہ حساب کیوں کر لے سکتا ہے؟

جب دنیا میں ہر چیز اللہ کی مشیت سے چل رہی ہے تو پھر میرا قصور کیا ہے؟

عملاً تو یہ سوال ایک گتھی کو سامنے لا رکھتا ہے۔ اسی لیے تو نبی کریمؐ نے اپنے صحابہؓ کو تلقین فرمائی تھی کہ اس بحث میں نہ پڑیں۔ فرمایا: ''جب تقدیر کا ذکر آ جائے تو اُس پر بات کرنے سے رک جاؤ''۔ چونکہ یہ ایسا فلسفیانہ عقدہ تھا جس کی بنا پر انسان بے یقینی اور بے ایمانی کے گڑھے میں لڑھک سکتا تھا، لہٰذا آپؐ نے عمیق عقلی دلائل پر قلبی ایمان کو فوقیت اور ترجیح دی۔

کائنات کے اندر ارض وسماوات اور ستاروں پر نظر ڈالیں تو دکھائی دیتا ہے کہ یہ سب ایک مضبوط ومحکم سلسلے میں بندھے ہوئے ہیں۔ کائنات کی ہر شے ایک محکم نظام کے تحت چل رہی ہے۔ سورج کا طلوع وغروب ہی بطورِ مثال ملاحظہ کرلیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ ایک قانون کے مطابق حرکت کرتا ہے۔ اسی طرح دیگر اشیاے کائنات بھی ایک قانون اور ضابطے کے مطابق چلتی ہیں۔ صرف واحد انسان ہے جو اپنی طبیعت اور حالات وظروف کے مطابق آزادی، جذبات اور

° درجنوں کتابوں کے مصنف، مصر کے معروف طبیب اور ماہر طبیعیات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خواہشات کا مالک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ کائنات سے متصادم رہتا ہے۔ لیکن یہ ناممکن ہے کہ کسی لمحے کوئی انسان اس بات سے آگاہ ہو سکے کہ اُس کا انجام کب اور کیا ہے؟

اپنے ماحول کی رکاوٹیں اور مزاحمتوں کے باوجود انسان کی حریت ایک حقیقت ہے، کوئی وہم نہیں۔ انسان اپنے دائرۂ ضمیر میں مطلقاً آزاد ہے۔ البتہ اس کے نفاذ و اطلاق میں، یعنی دائرۂ فعل و عمل میں اس کی آزادی مطلق نہیں بلکہ منسوب ہے۔ یہ اس کے ماحول کے حدود و مزاحمتوں کے مطابق ہوتی ہے۔

اب رہی بات اللہ اور انسان کے مابین تعلق کے حوالے سے اس ازلی راز کی، یعنی مطلق ارادۂ الٰہیہ کے ساتھ انسان کی آزادی کے معاملے کی بات۔

قرآن کہتا ہے کہ انسان کی آزادی اللہ کی مشیت، رغبت اور مراد کے ساتھ وابستہ ہے۔ انسانی آزادی نہ خالق کی طرف سے جبری ہے اور نہ مخلوق کی طرف سے۔ قرآنِ کریم بڑی وضاحت سے کہتا ہے:

وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِیْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ○ (یونس ۱۰:۹۹) اگر تیرے رب کی مشیت یہ ہوتی (کہ زمین میں سب مومن و فرماں بردار ہی ہوں) تو سارے اہل زمین ایمان لے آئے ہوتے۔ پھر کیا تُو لوگوں کو مجبور کرے گا کہ وہ مومن ہو جائیں؟۔

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کرنے سے انکار کیا ہے، حالانکہ یہ اُس کے بس میں تھا، مگر اُس نے انسان کو خود مختار رکھنے کا فیصلہ کیا:

وَ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۫ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ ۙ (الکہف ۱۸:۲۹) صاف کہہ دو کہ یہ حق ہے تمھارے رب کی طرف سے، اب جس کا جی چاہے مان لے اور جس کا جی چاہے انکار کر دے۔

لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ ۙ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ ۚ (البقرہ ۲:۲۵۶) دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔ صحیح بات غلط خیالات سے الگ چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وَلَوْشِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰهَا (السجدة ۳۲:۱۳) اگر ہم چاہتے تو پہلے ہی ہرنفس کو اس کی ہدایت دے دیتے۔

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى (حٰمٓ السجدہ ۴۱:۱۷) رہے ثمود، تو اُن کے سامنے ہم نے راہِ راست پیش کی مگر انھوں نے راستہ دیکھنے کے بجاے اندھا بنا رہنا ہی پسند کیا۔

اگر ہم ہدایت کے مقابلے میں اندھا پن (گمراہی) اختیار کرنا چاہیں تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی آزادی دے رکھی ہے۔ اس کی مشیت اسی طریقے سے تو پوری ہوتی ہے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اللہ نے اس سے بھی زیادہ آزادی اور اختیار دے رکھا ہے۔ یعنی ان دونوں راستوں میں سے کسی ایک راستے کے انتخاب کا اختیار دے رکھا ہے۔ اللہ نے یہ امانت جو کہ حریت بھی ہے اور مسئولیت بھی، ہمارے اوپر پیش کی تاکہ ہم اس امانت کو قبول کریں یا اُس کو اٹھانے سے انکار کردیں۔ یہ ہمارا اختیار اور مرضی تھی اور اسی امانت کو اٹھانے سے آسمان و زمین اور پہاڑوں نے انکار کردیا تھا مگر انسان نے اُس امانت کو اٹھالیا۔ اس لیے کہ انسان جاہل بھی ہے اور اپنے اُوپر ظلم کرنے والا بھی۔ اس بارِ امانت کا تذکرہ یوں ہوا ہے:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝ (احزاب ۳۳:۷۲) ہم نے اس امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو وہ اُسے اٹھانے کے لیے تیار نہ ہوئے اور اُس سے ڈر گئے، مگر انسان نے اُسے اٹھالیا، بے شک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے۔

انسان اس امانت (ذمہ داری) کے بوجھ اور اس کی ہولناکیوں سے ناآشنا تھا۔ اُسے اس ذمہ داری کو اٹھانے کے بعد جن آزمایشوں کا سامنا کرنا تھا وہ اُن سے آگاہ نہیں تھا۔ اُسے معلوم نہیں تھا کہ یہ ذمہ داری اٹھا کر وہ اپنے اور دوسروں کے ساتھ کیا کیا ظلم و ستم کرے گا، مگر اللہ کو اس بہت بڑی آزمایش کی ہر چیز معلوم تھی ___ اُسے معلوم تھا کہ یہی آزمایش، امتحان اور تجربہ انسان کا تزکیہ و تربیت اور تطہیر کرے گا۔ اسی لیے تو فرشتوں سے فرمایا تھا کہ میں جو جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس آزادی کی بنا پر جس کو انسان نے اپنے اختیار و ارادے سے قبول کیا تھا، انسان کے اوپر جواب دہی اور محاسبہ بھی عائد ہوگیا۔ اسی لیے قرآنِ مجید نے حتمی و قطعی انداز میں اشارہ کیا ہے:

كُلُّ امْرِیٍٔ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ○ (الطور ۵۲:۲۱) ہر شخص اپنے کسب کے عوض رہن ہے۔

وَ كُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ ط (بنی اسرائیل ۱۷:۱۳) ہر انسان کا شگون ہم نے اس کے اپنے گلے میں لٹکا رکھا ہے۔

قُلْ لَّا تُسْئَلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَ لَا نُسْئَلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ (السبا ۳۴:۲۵) اِن سے کہو، ''جو قصور ہم نے کیا ہو اس کی کوئی باز پرس تم سے نہ ہوگی اور جو کچھ تم کر رہے ہو اس کی کوئی جواب طلبی ہم سے نہیں کی جائے گی''۔

وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ط (بنی اسرائیل ۱۷:۱۵) کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔

گویا کوئی شخص کسی دوسرے کا خمیازہ نہیں بھگت سکتا، یا اُس کا گناہ اپنے سر نہیں لے سکتا۔ ہر شخص کا عمل اُس کے اپنے لیے ہے اور اُس کا بار بھی اُسی کے اُوپر ہے۔

اس حریت کے تقاضے کے طور پر اللہ تعالیٰ نے انسان کے ضمیر، اس کی نیت، اور اُس کے دل کی پوشیدہ بات کو ایک قابلِ احترام اور مقدس دائرہ قرار دے دیا کہ اُس کے اندر جبر اور قہر (مجبوری اور زبردستی) داخل نہیں ہوسکتی۔ اللہ نے تو اپنے آپ سے یہ عہد کر رکھا ہے کہ انسانی ضمیر کا یہ دائرہ قابلِ حُرمت رہے گا، اُس میں اللہ کا لشکر داخل نہیں ہوگا۔

گویا نیت اپنے آغاز اور ابتدا ہی سے مکمل آزاد ہے۔ ہم میں سے ہر شخص جو چاہے اپنے من میں نیت کرسکتا ہے، مضمر رکھ سکتا ہے، مخفی رکھ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دخل تو اُس لمحے شروع ہوتا ہے جب نیت و ارادہ فعل کے دائرے میں آتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ہر انسان کو اُس کی نیت کی رُو سے، اُس کے ضمیر کی رُو سے اور اُس کے دل اور من کی چاہت اور مرضی کی رُو سے اُس کے لیے آسانیاں اور سہولتیں دیتا ہے۔ اور یہ عین عدل ہے۔ اسی طرح تو کسی فاعل کا فعل اُس کا اپنا قرار پاسکتا ہے:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ○ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ○ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰی ○ وَاَمَّا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی ○ وَکَذَّبَ بِالْحُسْنٰی ○ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْعُسْرٰی ○ (اللیل ۹۲:۵-۱۰) تو جس نے (راہِ خدا میں) مال دیا اور (خدا کی نافرمانی سے) پرہیز کیا، اور بھلائی کو سچ مانا، اس کو ہم آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے۔ اور جس نے بخل کیا اور (اپنے خدا سے) بے نیازی برتی اور بھلائی کو جھٹلایا، اس کو ہم سخت راستے کے لیے سہولت دیں گے۔

یہاں اللہ تعالیٰ کا ایک وعدہ یہ بھی ہے کہ وہ دلوں کے ارادوں کے مطابق افعال کے لیے آسانیاں پیدا کرے گا، لہٰذا بد اور بُرا شخص اپنی برائی کے لیے آسانیاں پائے گا اور نیک و صالح اپنی خیر اور بھلائی کے لیے آسانیاں پائے گا۔ اللہ تعالیٰ جس انسان کے اندر ہدایت کی طلب دیکھتا ہے اُسے ہدایت عطا فرما دیتا ہے، اور جس کے اندر اُسے ضلالت کا علم ہوتا ہے اُس کو شیطانوں کے لیے چھوڑ دیتا ہے کہ وہ اُس کو گمراہ کرتے رہیں:

فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ○ (الفتح ۴۸:۱۸) ان کے دلوں کا حال اُس کو معلوم تھا، اس لیے اُس نے ان پر سکینت نازل فرمائی، ان کو انعام میں قریبی فتح بخشی۔

وَلَوْ عَلِمَ اللّٰہُ فِیْھِمْ خَیْرًا لَّاَسْمَعَھُمْ ط (انفال ۸:۲۳) اگر اللہ کو معلوم ہوتا کہ اِن میں کچھ بھی بھلائی ہے تو وہ ضرور اِنھیں سننے کی توفیق دیتا۔

فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ ط (الصف ۶۱:۵) پھر جب انھوں نے ٹیڑھ اختیار کی تو اللہ نے بھی اُن کے دل ٹیڑھے کر دیے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ ہر شے کا علم پہلے ہی سے رکھتا ہے، اور اُس نے ہر شے کو اپنے علم میں گھیر رکھا ہے، اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ جن کا انجام بُرا ہوا اُن کے بارے میں اللہ فرماتا ہے:

حَقَّ عَلَیْھِمُ الْقَوْلُ (حٰم سجدہ ۴۱:۲۵) آخر اُن پر بھی فیصلہ عذاب چسپاں ہو کر رہا۔

وَ مِنْھُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَیْہِ الضَّلٰلَۃُ ط (النحل ۱۶:۳۶) اور ان میں سے کسی پر ضلالت مسلط ہو گئی۔

حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَھَنَّمَ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ○ (السجدہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۳:۳۲) مگر میری وہ بات پوری ہوگئی جو میں نے کہی تھی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں، سب سے بھر دوں گا۔

اللہ کو انسان کے بارے میں علم تھا کہ یہ زمین میں فساد برپا کرے گا، اپنے اُوپر بھی ظلم ڈھائے گا اور دوسروں پر بھی ستم توڑے گا، اسی بنا پر مختلف درجات کی سزا کا مستحق ٹھیرے گا۔

یہ سب کچھ اللہ کے علمِ سابق میں تھا اور ہے۔ لہٰذا جو کچھ انسان کے ساتھ ہوگا وہ کوئی جبر اور زبردستی نہیں۔ اس بات کو یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ ایک باپ اپنے کسی بیٹے کے اندر علم اور تحصیل علم سے محبت کی علامات دیکھتا ہے تو وہ اُس کو سہولیات اور وسائل فراہم کرتا ہے۔ اگر اُسے اعلیٰ تعلیم کے لیے بیرونِ ملک بھی جانا پڑے تو اُس کے لیے وسائل کا بندوبست کرتا ہے۔ اس کے برعکس ایک بیٹے کو دنگا فساد، بدچلنی اور بری مجلسوں کا رِسیا دیکھتا ہے تو اُس کے لیے اندرونِ ملک بھی محدود تعلیم پر اکتفا کرتا ہے۔ اب اگر باپ ان دونوں کے ساتھ الٹ کرے تو وہ یقیناً ظالم ہوگا اور یوں وہ ان کی رغبت اور مزاج کے خلاف اُن کو مجبور کرے گا۔

اسی طرح ان ظاہری علامات میں جبر و اِکراہ کا کوئی دخل نہیں۔ یہ تو پہلے سے حاصل شدہ علم ہے۔ جیسے باپ اپنے فسادی طبع بیٹے کے بارے میں پہلے سے جانتا تھا کہ وہ کھیل کود اور تضیع اوقات کی طرف مائل ہوجائے گا۔ اب بیٹے کا کھیل کود کی طرف مائل ہوجانا اور کتب کو نظرانداز کر دینا باپ کی طرف سے مسلط کردہ زبردستی نہیں ہے، بلکہ یہ تو بیٹے کی طبع اور مزاج تھا جس کا پہلے سے باپ کو علم تھا۔ اور جب تجربہ کیا جاتا ہے تو دل کا حال کھل کر سامنے آجاتا ہے۔

اسی بنا پر قیامت کے روز عدل و صدق کے ساتھ سزا عائد ہوگی۔ پھر انسان کو اپنے دل کی وہ باتیں معلوم ہوجائیں گی جن کو وہ نہیں جانتا تھا:

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ؕ (الانفطار ۸۲:۵) اُس وقت ہر شخص کو اس کا اگلا پچھلا سب کیا دھرا معلوم ہوجائے گا۔

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ (الملک ۶۷:۲) اُس نے موت اور زندگی کو ایجاد کیا تاکہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے کہ تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یعنی کوئی شخص اپنے اعمال و افعال کا کوئی عذر پیش کرنے کے قابل نہ رہے کہ وہ حساب کے وقت کہتا پھرے کہ میں نے تو تربیت، سوسائٹی، ماحول اور رسوم و رواج وغیرہ کی تاثیر کے تحت ایسا کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس موضوع پر قرآنِ مجید میں دوٹوک فرمایا ہے:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ (البقرہ ۲:۲۲۵) جو بے معنی قسمیں تم بلا ارادہ کھالیا کرتے ہو، اُن پر اللہ گرفت نہیں کرتا، مگر جو قسمیں تم سچے دل سے کھاتے ہو، اُن کی باز پرس وہ ضرور کرے گا۔

وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ (الاحزاب ۳۳:۵) نادانستہ جو بات تم کہو اُس کے لیے تم پر کوئی گرفت نہیں ہے، لیکن اس بات پر ضرور گرفت ہے جس کا تم دل سے ارادہ کرو۔

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں کلام کیا ہے جو ایمان لانے کے بعد دوبارہ کفر کی طرف پلٹ گئے، انھیں شدید ترین عذاب کی دھمکی سنائی ہے اور ساتھ ہی اُن لوگوں کو اِن میں سے مستثنا کرلیا ہے جو:

اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ (النحل ۱۶:۱۰۶) مگر وہ شخص (عذاب سے بچ گیا) جس کو کفر پر مجبور تو کیا گیا مگر اُس کا دل مطمئن رہا۔

یعنی وہ شخص جس نے تعذیب و تشدد کے تحت زبان سے کفر کا اظہار کر دیا مگر اُس کا دل بدستور مومن رہا۔ مطلب یہ ہوا کہ دل میں قرار پکڑنے والی کیفیت محاسبے کا درجۂ اوّل میں موضوع ہے۔ وہ چیز قابلِ محاسبہ نہیں جو فعل کے سٹیج پر آگئی ہے، بلکہ دل میں مخفی اور پوشیدہ کیفیت محلِ ابتلا اور محلِ محاسبہ ہے:

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَاۗىِٕرُ ۝ (الطارق ۸۶:۹) جس روز پوشیدہ اَسرار کی جانچ پڑتال ہوگی۔

سریرہ حالات وظروف اور معاشرہ و ماحول اور تربیت سے آگے کا سربستہ راز ہے۔ یہی ابتدائے مطلق ہے۔ وہ ابتدا، جسے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی حدود و قیود سے آزادی دے رکھی ہے۔

یہی انسان کی روح ہے، اور یہ انسان کی حقیقت کو بعینہٖ اسی طرح منکشف کرتی ہے جس طرح انسان کی انگلیوں کے نشانات اُس کی انفرادیت کو واضح کرتے ہیں۔ انسان کی روح میں اللہ کی طرف سے حریت رکھی گئی ہے کیونکہ یہ اللہ کا نفخہ (پھونک) ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ٥ (الحجر ۱۵:۲۹)
جب میں اُسے پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی رُوح سے کچھ پھونک دوں تو تم سب اس کے آگے سجدے میں گر جانا۔

چونکہ یہ انسان کے اندر اللہ کے نور کا ایک قبس (چنگاری) ہے اور اللہ نے انسان کو ارادے کی آزادی سے بھی عزت بخش رکھی ہے، لہٰذا وہ اس آزادی پر قابلِ محاسبہ ہے۔ اور یہ عطائے الٰہی کی بھی انتہا ہے اور عدل کی بھی۔

یہاں گہرے مفہوم والی آیات کی روشنی میں اللہ اور روح کے درمیان امتزاج سامنے آتا ہے:

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۠ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ (الانفال ۸:۱۷) پس حقیقت یہ ہے کہ تم نے انھیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا اور اے نبیؐ، تو نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا۔

یعنی جب آپؐ کے ہاتھ سے آپؐ کو نصرت مل رہی تھی عین اُسی وقت اللہ کے ہاتھ سے نصرت عطا ہو رہی تھی۔ لہٰذا لمحۂ نصرت میں آپؐ کا دست مبارک اللہ ہی کا دست قدرت تھا، آپؐ کا پھینکنا اللہ ہی کا پھینکنا تھا، آپؐ کی مشیت اللہ ہی کی مشیت تھی۔

یہاں یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ پھر نیت ایک دوسری مقدرت (قدرت) کیوں نہیں ہے؟ اس کا جواب بھی قرآن کے اندر ہی سے ملتا ہے:

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ (البقرہ ۲:۱۰) ان کے دلوں میں ایک بیماری ہے جسے اللہ نے اور زیادہ بڑھا دیا۔

كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ٥ (المؤمن ۴۰:۳۴) اسی طرح اللہ اُن سب لوگوں کو گمراہی میں ڈال دیتا ہے جو حد سے گزرنے والے اور شکی ہوتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى (محمد ۴۷:۱۷) وہ لوگ جنھوں نے ہدایت پائی ہے، اللہ اُن کو اور زیادہ ہدایت دیتا ہے۔

فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۭ (الصف ۶۱:۵) پھر جب انھوں نے ٹیڑھ اختیار کی تو اللہ نے بھی ان کے دل ٹیڑھے کر دیے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سَاَصۡرِفُ عَنۡ اٰيٰتِيَ الَّذِيۡنَ يَتَكَبَّرُوۡنَ فِي الۡاَرۡضِ بِغَيۡرِ الۡحَقِّ ؕ (اعراف ۷:۱۴۶)
میں اپنی نشانیوں سے اُن لوگوں کی نگاہیں پھیر دوں گا جو بغیر کسی حق کے زمین میں بڑے بنتے ہیں۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ نیت اور ارادے کی ابتدا اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ سے انسان کے لیے چھوڑ رکھی ہے۔ اللہ کی قضا اور قدر اس کے بعد آتی ہے اور پھر انسان کے دل میں مرض ہو تو اُسے بڑھا دیتی ہے اور اگر اُس کے دل کی گہرائیوں میں ہدایت کے لیے میلان و رجحان ہو تو ہدایت سے انسان بہرہ مند ہو جاتا ہے۔ اگر تکبر و غرور اُس کے اندر پیدا ہو جائے تو ہدایت سے پلٹ کر ضلالت کی طرف چلا جاتا ہے۔

ضمیر کا علاقہ و دائرہ ہمیشہ انسان کے لیے چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ جو چاہے جی میں لے آئے اور قضائے الٰہی اس کے بعد نازل ہوتی اور اپنا فیصلہ نافذ کرتی ہے۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی انسان پر برائی اور ظلم کا ارادہ و نیت ٹھونس دے:

وَاِذَا فَعَلُوۡا فَاحِشَةً قَالُوۡا وَجَدۡنَا عَلَيۡهَاۤ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلۡ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاۡمُرُ بِالۡفَحۡشَآءِ ؕ اَتَقُوۡلُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ○ (اعراف ۷:۲۸) یہ لوگ جب کوئی شرم ناک کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقے پر پایا ہے اور اللہ ہی نے ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ ان سے کہو، اللہ بے حیائی کا حکم کبھی نہیں دیا کرتا۔ کیا تم اللہ کا نام لے کر وہ باتیں کہتے ہو جن کے متعلق تمھیں علم نہیں ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے ہیں؟۔

یہ بات اس چیز کی دلیل ہے کہ خلقِ اول کا قانون یہ ہے کہ روح ہمیشہ ایک مقدس و محترم حرم رہے گا جس میں زبردستی کا دخل نہیں ہوگا، نہ اللہ تعالیٰ ہی اور نہ اُس کے لشکر اور انبیا و رسل ہی اس حرم پر کوئی زبردستی کریں گے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

DAR-E-ARQAM

دارِ ارقم سکولز

مُعَبّر کیمپس گجرات

زیر نگرانی
پروفیسر عرفان احمد
چیئرمین دار ارقم سکولز

ریجنل ڈائریکٹر
افتخار احمد چیمہ
0301-8720200

ADMISSIONS
OPEN
6th - 10th

◄ تعلیم و تربیت کے لیے قابل، محنتی، اور تجربہ کار اساتذہ
◄ خوبصورت پارک اور جاگنگ ٹریک
◄ تجربہ کار کوچ کی زیر نگرانی جدید جم
◄ شخصیت کی تعمیر و ترقی کے لیے ادبی مقابلہ جات، سٹڈی ٹورز اور تربیتی پروگرام
◄ جماعت ششم سے دہم کے لیے معیاری ہوسٹل
◄ جدید ترین کمپیوٹر لیب کے ساتھ شاندار لائبریری
◄ سوئمنگ پول
◄ والدین سے رابطہ کا مستقل اور مؤثر نظام
◄ کیفے ٹریا
◄ کرکٹ، فٹ بال کے میدان
◄ شاندار آڈیٹوریم
◄ باقاعدہ طبی معاینے کا نظام
◄ "O" لیول اور میٹرک پروگرام

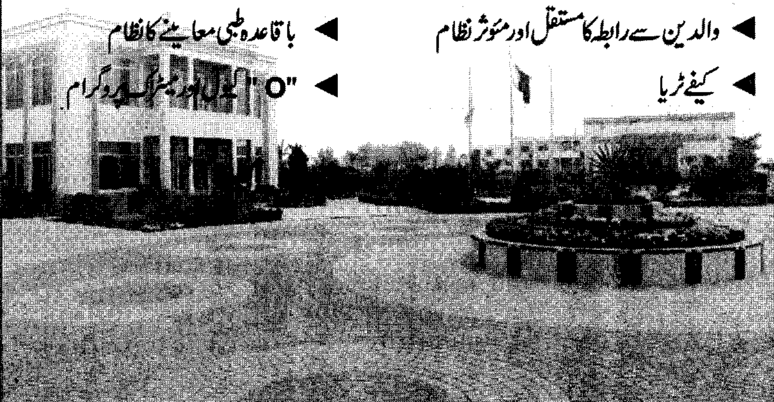

بھمبر روڈ نزد ایئرپورٹ گجرات 053-3024017

© rasailojaraid.com